حج، قرآن کی روشنی میں

پروفیسر سید فرمان حسین

ابتدائے آفرینش سے دنیا مختلف ڈھنگ اور مختلف رنگ سے اس کائنات کے پیدا کرنے والے کی عبادت کررہی ہے۔ انسان اپنے اعضاء وجوارح کی حرکات سے اپنے معبود سے عقیدتمندی کا اظہار کرتا ہے۔ یہ ڈھنگ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک میں خدمت گزاری اطاعت شعاری۔ نظم ونسق کی فرمانبرداری اور حدود وقیود کی جلوہ گری ہوتی ہے دوسری قسم کی عبادت میں عشق، جنون دیوانہ پن کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں یہ دونوں ڈھنگ اپنائے گئے ہیں۔ نماز اور روزے میں انداز خادمانہ ہے۔ مکمل لباس ۔ باادب قیام۔ جھک کر اظہار بندگی۔ زمین پر سر رکھ کر اظہار تذلیل وعاجزی وانکساری وخاکساری۔ روزے کی حالت میں وقت کی پابندی۔ حاکم اعلیٰ اور مالک حقیقی کے احکام کی بجا آوری وقت کی دھڑکنوں پر مکمل نظر۔ نہ ایک ادھر نہ ایک پل ادھر، وقت کے حدود میں کھانا پینا اور معینہ وقت میں ترک آب، ترک غذا اور ترک لذّات مگر حج کی حیثیت اور کیفیت کچھ اور ہی ہے۔ یوں تو کوئی بھی عبادت میلان رجحان، الفت اور محبت کے بغیر معنوی حیثیت نہیں رکھتی لیکن حج کا انداز نرالا اور فقید المثال ہے۔ یہ عشق اور جنون کی کیفیت کا عکاس ہے نہ سر پر عمامہ اور ٹوپی۔ نہ لباس میں بناؤ سنگار، کہیں پروانہ دار اس کے گھر کے چکر کہیں پابرہنہ دوڑنا کہیں سر کا منڈانا کہیں میدان میں ٹھہر جانا اور کہیں اس کے دشمن پر کنکریوں کی بوچھار۔

ابو الفتوح رازی سورۂ حج کی آیت ۲۷ کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص ابو القاسم بشر بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک لاغر اور ناتواں شخص کو دیکھا اس کے چہرے پر سفر کی تکان کے آثار نمایاں تھے بڑے کرب کے ساتھ عصا کے سہارے بیت اللہ کا طواف کررہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو تو اس نے بتایا کہ اتنا جان لو کہ میں اتنی دور سے آیا ہوں کہ سفر میں پانچ برس گزر گئے۔ سفر کے رنج وتعب سے مضمحل ہوگیا ہوں میں نے اس کے جذبہ عبودیت کی تحسین کی تو وہ پرمسرت انداز میں یہ شعر پڑھنے لگا۔

لایمنعک بعد من زیارته المحب لمن یهواه زوّار

"فاصلہ کی دوری تجھے محبوب کی زیارت سے روک نہ دے عاشق کو محبوب سے ملنے جانا ہی چاہیئے۔"

حج کے معنیٰ: عربی زبان میں لفظ حج دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

ا۔حائے حطی پر زبر یعنی حَج اور حائے حطی پر زیر یعنی حِج

معنی دونوں کے ایک ہی ہیں یعنی قصد کرنا۔کسی جگہ ارادے سے جانا (لسان العرب)

اصطلاحی طور پر اس کے معنی ہیں مکہ جا کر کعبہ، عرفات، مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ کا قصد کرنا اور طواف ودیگر مناسک حج ادا کرنا اور مقررہ آداب واعمال بجالانا۔

حج کا تذکرہ قرآن حکیم میں: حج کا تذکرہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل سورتوں میں ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ مائدہ، سورۂ ابراہیم، سورۂ حج اور سورۂ فتح

یوں تو اسلام کی تمام عبادتیں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں مگر ان کی تمام عظمتوں کے باوجود صرف حج کو وہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے نام پر ایک سورہ کا نام رکھا گیا۔جو قرآن مجید کا ۲۲واں سورہ ہے۔قرآن مجید میں کوئی سورہ نماز کے نام پر نہیں، روزے کے عنوان سے نہیں، زکوٰۃ کی پہچان کے ساتھ نہیں خمس کی سرخی لئے نہیں۔ جہاد کا تذکرہ تو ہے مگر سورہ اس کے نام پر نہیں ہے۔ اسی سے حج کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔حج کے ارکان اور مناسک یوں تو کئی مقامات پر بجالائے جاتے ہیں مگر ان مقامات میں بھی مرکزی حیثیت خانۂ کعبہ کو حاصل ہے جس کی طرف قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

بیت اللہ: إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ [۲]

"پہلا گھر جو لوگوں کے لئے (خدا سے لو لگانے اور خضوع وخشوع کا طرز اپنانے کے لئے) بنایا گیا ہے وہ سرزمین بکہ (مکہ) میں ہے جو برکتوں والا ہے اور تمام جہانوں کے لئے سامان ہدایت ورہبری ہے۔ اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے مقام ابراہیمؑ ہے۔ جو اس میں داخل ہوا

وہ امان میں ہے۔اور جو لوگ اس کی طرف جانے کی قدرت رکھتے ہیں ان پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے اس گھر کی زیارت کریں۔ اور جو کوئی کفر کرے (یعنی حج نہ کرے تو اس نے خود کو ہی نقصان پہنچایا) خداتو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے‘‘

ان آیات کی بعض خصوصیتیں کے ساتھ قابل غور ہیں:

(الف) بیت کے لفظی معنی تو عام گھر کے ہیں لیکن الف لام عہد کے ساتھ اور اصطلاح قرآنی میں یہ نام کعبہ کا ہوگیا ہے نیشاپوری میں ہے کہ

البیت اسم غالب للکبعه کا النّجم للشریا وھذا من اسماء الّتی کانت فی الاصل للجنس ثمّ کثر استعماله فی واحد من ذالک الجنس۔

’’ البیت کعبہ کے لئے اسم غالب ہے جیسے ثریا کو نجم کہاجا تاہے یہ ان ناموں میں سے ہے جو اصل میں تو بطور اسم جنس تھے مگر کثرت استعمال سے جنس کے بس ایک فرد کے لئے استعمال ہونے لگے۔

اللہ کا گھر کیوں؟ سوال ہوتاہے کہ اس گھر کو بیت اللہ یا خانۂ خدا کیوں کہاجا تاہے۔ اللہ نے اسے اپنا گھر کیوں کہا جبکہ کسی چیز کی عظمت کے اظہار کے لئے اسے اللہ سے منسوب کردیا جا تاہے جیسے رمضان کے مہینہ کو شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ کہاجا تاہے۔

(ب) اسے اول بیت کیوں کہا گیا ہے؟ جبکہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے تک میں اور اس سے پہلے نہ جانے کتنی بستیاں روئے زمین پر آباد ہوں گی اس کا جواب خود آیت کے فقرہ ’’وضع للنّاس‘‘ میں نہاں ہے۔ بے شک خلیل خدا کے زمانے تک بے شمار مکانات تعمیر ہو چکے ہوں گے مگر وہ نجی امور۔اور تحفظ کے لئے ہوں گے جبکہ یہ گھر تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے بنایا گیا ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ روئے زمین پر یہی گھر سے پہلے بنایا گیا تھا جس کی طرف قرآن کریم اس طرح رہنمائی کرتاہے۔ وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَاتُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ [۳]

’’اور جب ہم نے ٹھکانہ دیا ابراہیمؑ کو اس جگہ جہاں بیت اللہ ہے اور ان سے کہا کہ تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں، حالت نماز میں قیام

رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے"۔

بوّء کا لفظ لغت میں کسی کو ٹھکانہ اور رہنے کا مکان دینے کے معنی میں آتا ہے ۔ یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کو اس جگہ ٹھکانہ دیا جہاں بیت اللہ ہے۔ یہ اشارہ ہے کہ ابراہیمؑ پہلے سے وہاں آباد نہیں تھے بلکہ ملک شام سے بحکم خدا ہجرت کرکے یہاں آئے تھے اور مکان البیت سے اشارہ ہے کہ بیت اللہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے موجود تھا: جس کا اعتراف مستشرقین کو بھی کرنا پڑا ہے۔ انگریز مورخ باسورتھ اسمتھ کہتا ہے کہ" یہ وہ معبد ہے جس کی قدامت عہد تاریخ سے آگے ہے۔"[۴] ولیم میور جیسا متعصب مستشرقین بھی مجبور ہوکر یہ کہتا ہے۔

" مکہ کی مذہب کی تاریخ بہت ہی قدیم ماننی پڑتی ہے۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ ایک نامعلوم زمانے سے ملک عرب کا مرکز چلا آتا ہے"[۵]

بیت اللہ کی قدامت پر یہ آیت بھی روشنی ڈالتی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ جناب ہاجرہ اور اسماعیل کو بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ کر چلے تو دعا کی۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔[۶]

" ہمارے پروردگار میں نے اپنی ذریت کو بے آب وگیاہ وادی میں ٹھہرادیا ہے جو تیرے حرمت والے گھر کے پاس ہے۔ اے ہمارے رب تو توفیق عطا فرما تا کہ یہ نماز قائم کریں اور لوگوں کے دلوں میں ان کے پاس آنے کا شوق پیدا کر اور ان کو پھل اور میوے عطا فرما، تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں"

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ[۷]

" اے پروردگار تو اس شہر کو امن والا بنا اور اس کے باشندوں کو میوے اور پھل عطا فرما جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوں" جب آپ اپنے کنبے کو وہاں چھوڑ کر واپس جارہے تھے اس وقت آپ نے خانۂ کعبہ کی تعمیر نہیں کی تھی حضرت ابراہیمؑ کی یہ دعائیں اس وقت کے طبعی حالات اور اسباب کی رفتار کے خائف تھیں۔ وہ جگہ آبادیوں سے دور تھی ہر وقت ڈاکوؤں کا خطرہ تھا۔ زمین پتھریلی تھی جہاں پانی کا نام ونشان نہ تھا، وہاں پھل اور پھلواری کا تصور تک نہ تھا۔آنے جانے کے وسائل مفقود تھے۔

حضرت ابراہیمؑ نے پہلے اس کے مامون اور محفوظ رہنے کی دعا کی پھر اقتصادی عنایات کی۔ کیونکہ امن وامان اور سلامتی تحفظ کے تغیر اقتصادی ماحول کے محفوظ رہنے کا امکان نہیں رہتا بہرحال اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی خلوص نیت سے مانگی گئی ہر دعا قبول کی اور اس طرح اعلان کیا گیا۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ ۸

" اللہ نے کعبہ کو حرمت والا گھر قرار دیا اور لوگوں کے لئے قیام کا باعث بنایا"

معتبر روایات کے مطابق اس کی پہلی بناء تو حضرت آدم کے زمین پر آنے سے پہلے یا اس کے ساتھ ہوئی تھی حضرت آدمؑ خود بھی اور ان کے بعد کے انبیاء بھی بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کے وقت بیت اللہ کی عمارت اٹھالی گئی تھی مگر بنیادیں اسی جگہ پر موجود تھیں حضرت ابراہیمؑ کو یہیں لاکر ٹھہرایا گیا تھا۔جیسا کہ یہ آیت حضرت ابراہیمؑ کے متعلق روشنی ڈالتی ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۹

" جب ابراہیمؑ واسماعیلؑ کعبہ کی بنیادیں بلند کررہے تھے اور کہتے تھے کہ اے پروردگار تو ہم سے قبول فرماتو سننے اور جاننے والا ہے۔"

یعنی کعبہ کی ابتدائی تعمیر حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے ذریعہ نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے تو سابقہ بنیادوں پر اسی کے مطابق تعمیر کی تھی۔بعض روایات کے مطابق فرشتہ کے ذریعہ انہیں بیت اللہ کی سابق بنیادوں کی نشان دہی کی گئی تھی۔ایک آیت میں طھّر بیتی سے بھی اس طرح اشارہ ہے کہ اس وقت اگر چہ کعبہ موجود نہ تھا مگر بیت اللہ دراصل درو دیوار اور عمارت کا نام نہیں بلکہ وہ اس بقعۂ مقدسہ کا نام ہے جس میں بیت اللہ پہلے بھی بنایا گیا تھا اور اب دوبارہ بنانے کا حکم دیا جارہا ہے اور وہ بقعہ اور مکان بہرحال موجود تھا۔اسے پاک کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس زمانہ میں قوم جرھم اور عمالقہ نے وہاں کچھ بت رکھ دئے تھے جن کی پوجاپاٹ ہوتی تھی۔

وضع للنّاس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ گھر سبھی انسانوں کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس پر کسی خاص جماعت، گروہ، یا کسی خاندان کا تسلط خلاف قرآن ہے اور غاصبانہ ہے۔ اس حقیقت کی طرف سورۂ حج میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِی جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ

سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور وہ لوگ جو لوگوں کو اللہ کے راستہ اور مسجد الحرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے بنایا ہے اس میں تو برابر ہیں وہ لوگ جو وہاں مقیم ہیں اور وہ لوگ جو باہر سے آتے ہیں اور جو لوگ وہاں ظالمانہ طور سے حکم الٰہی کے خلاف اعراض کرتے ہیں انہیں عذاب الیم میں سے کچھ عذاب چکھائیں گے۔

مسجد الحرام اصل میں اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنائی گئی ہے امت حرم مکہ کا ایک جزو ہے لیکن بعض مرتبہ مسجد الحرام بول کر حرم مکہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔ تفسیر درمنشور میں اس جگہ مسجد الحرام کا تفسیر میں پورا حرم مراد ہونا بھی بتایا گیا ہے۔

اس بات پر تو تمام امت کے فقہا کا اتفاق ہے کہ مسجد الحرام اور حرم شریف مکہ کے وہ تمام مقامات جن سے حج کے افعال ارکان اور مناسک کا تعلق ہے جسے صفا اور مروہ کے درمیان کا پورا میدان تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے وقف عام ہیں کسی شخص، جماعت، فرقہ، گروہ یا خاندان کی نجی ملکیت ان پر نہ کبھی ہوئی ہے۔ نہ ہوسکتی ہے۔ ان کے علاوہ مکہ مکرمہ کے عام مکانات اور باقی حرم کی زمینوں کے متعلق بعض ائمہ فقہا کا یہی قول ہے کہ وہ بھی وقف عام ہیں ان کا فروخت کرنا یا کرایہ پر دینا حرام ہے۔ ہر مسلمان ہر جگہ ٹھہر سکتا ہے مگر دوسرے فقہا کا مختار مسلک یہ ہے کہ ان مقامات کے علاوہ جہاں مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں مکہ کے باقی تمام مقامات ملک خاص ہوسکتے ہیں۔ ان کی خرید وفروخت اور ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

بکہ اور مکہ: سورۂ آل عمران کی آیت میں کہا گیا ہے کہ بیت اللہ بکہ میں ہے اس کے بارے میں کہا گیا کہ مکہ اور مکہ ایک ہی جگہ ہے کہ دو نام ہیں اور زیادہ تر علما کا رجحان یہی ہے کہ بکہ اور مکہ ایک ہی جگہ کے نام ہیں اگر چہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ پورے شہر کا نام مکہ ہے اور بکہ وہ خاص جگہ ہے جہاں پر کعبہ ہے۔

اس اوّل بیت کو آیت میں مبارک کہا گیا ہے۔ مبارک برکت سے مشتق ہے جس کے معنی میں بڑھنا اور تائب دنیا، برکت کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ اس کا وجود مقداء میں بڑھ جائے اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس سے اتنے کام نکلیں جو عموماً اس سے زیادہ کوئی چیز ہوتی تو اس سے نکلتے ۔

بیت اللہ کی برکتیں:

۱۔ حج بیت اللہ کو صحیح طور پر ادا کرنے والا مسلمان پچھلے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ بے خطا اور بے گناہ ہوتا ہے۔

۲۔ اسی اول بیت یعنی کعبے کے سلسلے میں قرآن مجید کے سورۂ بقرہ میں اس طرح کہا گیا ہے۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ[11]

''یاد کرو جب ہم نے ابھی گھر کو لوگوں کے لئے پلٹ آنے کی جگہ قرار دیا اور اسے جائے امن بنایا، اور مقام ابراہیمؑ کو نماز کی جگہ قرار دو۔ اور ہم نے عہد لیا ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے کہ میرے گھر کو طواف اعتکاف ،رکوع اور سجدہ کرنے والے کے لئے پاک کردو''

مثابہ ثوبہ سے ہے جس کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا اپنی پہلی حالت پر پلٹ آنا۔کعبہ موحدین کا مرکز تھا وہ ہر سال اس کی طرف آتے تھے اور جسمانی طور پر ہی نہیں بلکہ روحانی طور پر بھی توحید اور فطرت اولیٰ کی طرف پلٹتے تھے اسی لئے بیت اللہ کو مثابہ کہا گیا ہے۔

اس آیت میں بھی للنّاس کہا گیا ہے جو اشارہ ہے کہ یہ مرکز امن تمام جہانوں کے تمام انسانوں کے لئے عمومی پناہ گاہ ہے بلکہ جانور اور پرندے بھی اس میں مامون ومحفوظ ہیں۔ اس سے کوئی بھی مزاحم نہ ہو۔

زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کی برکت سے عرب کی عام بدامنی کے باوجود کم سے کم چار مہینے امن کے میسر ہوجاتے تھے جن میں ملک کے ہر حصہ کا آدمی سفر کرسکتا تھا اور تجارتی قافلے بخیریت گذر جاتے تھے۔ حرم میں کسی کو اگر اس کے باپ بھائی یا کسی اور رشتہ دار کا قاتل بھی مل جاتا تو وہ اس سے انتقام لیتے اور عام جنگ وقتال کو بھی حرام سمجھتے تھے۔شریعت اسلام میں بھی یہ حکم اسی طرح باقی رکھا گیا۔ البتہ عہد نبی امیہ میں اس حکم کی صاف صاف خلاف ورزی کی گئی ۔ اور اس کے تقدس کو خوب خوب پامال کیا گیا۔ یزد کی حکومت میں خود خانۂ کعبہ پر سنگ باری ہوئی اور عبدالملک بن مروان کے گورنر حجاج بن یوسف نے تو خانۂ کعبہ کو ہی مسمار کرڈالا تھا۔موجودہ حکمرانوں نے بھی ایک بار حاجیوں پر گولیاں چلا کر ثابت کردیا کہ انہیں قرآن ، اسلام اور عرب کی عام پاکیزہ

روایات سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔

حکم اذان حج:

بہر حال جب یہ بیت اللہ تعمیر ہوگیا جسے اوّل بیت ، لوگوں کی بھلائی کا مرکز ، مبارک اور تمام جہانوں کے لئے منبع ہدایت کہا گیا ہے تو حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ

"و اذّن فی النّاس بالحجّ یاتوک رجالاً وّعلیٰ کلّ ضامر یّاتین من کلّ فجّ عمیق ۱۲؎

"لوگوں کو حج کی دعوت عام دو تا کہ دور دراز سے پیدل اور کم زور سواریوں پر سوار ہوکر خانۂ خدا کی طرف چلے آئیں۔"

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۱۳؎

"تا کہ اس حیات بخش پروگرام میں اپنے مفادات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان مخصوص کام میں چوپایوں کی صورت میں انہیں جو روزی دی گئی ہے قربانی کرتے ہوئے اس پر اللہ کا نام لیں۔ قربانی کا گوشت خود بھی کھائیں اور تنگ دست ومحتاج کو بھی کھلائیں۔"

ثُمَّ لِيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۱۴؎

"اس کے بعد اپنے میل کچیل کو دور کریں منتیں اتاریں اور قابل احترام خانۂ کعبہ کا طواف کریں۔"

ابی حاتم اور بغوی سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کو حج کی فرضیت کا اعلان کا حکم ہوا تو انہوں نے عرض کیا کہ یہاں تو جنگلی میدان ہے کوئی سننے والا نہیں۔ جہاں آبادی ہے وہاں آواز کیسے پہنچے گی۔ اللہ نے کہا کہ آواز کو پہنچانے اور پھیلانے کی ذمہ داری ہماری ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے مقام پر کھڑے ہوکر یا بعض روایت کے مطابق جبل ابوقبیس پر چڑھ کر اعلان کیا۔

(سعودی حکومت نے اس اہم اور مقدس جگہ ابوقبیس کو بھی ڈائنا میٹ کر دیا ہے)

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی یہ آواز اللہ نے ساری دنیا میں پہنچادی اور صرف اس وقت تک کے زندہ انسانوں تک ہی نہیں بلکہ جو انسان قیامت تک پیدا ہونے والے ہیں بطور معجزہ ان سب تک یہ آواز پہنچادی گئی اور جس جس کی قسمت میں اللہ نے حج کرنا لکھ دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اس آواز کے جواب میں لبّیک اللّٰھم لبّیک کہا۔ حضرت عبد اللہ

ابن عباس سے مروی ہے کہ حج کے تلبیہ کہ اصل بنیاد یہی ندائے ابراہیمؑ کا جواب ہے۔

جاہلیت کے زمانے میں بھی اگرچہ عرب بت پرستی میں مبتلا تھے مگر حج کے ارکان بجالاتے تھے۔

حج کے فوائد

۱۔ حج کے سفر پر عموماً بڑی رقم خرچ ہوتی ہے بعض لوگ تو ساری عمر محنت کر کے تھوڑی تھوڑی رقم بچا کر جمع کرتے ہیں اور حج کے موقع پر خرچ کردیتے ہیں مگر آج تک کوئی شخص حج وعمرہ کی وجہ سے فقیر نہیں ہوا بلکہ حج وعمرہ میں خرچ کرنے سے افلاس دور ہوجاتا ہے۔

۲۔ خلوص نیت سے حج کرنے والا سابقہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے اور آئندہ کے لئے بھی برائیوں سے دور رہتا ہے اور دور رہنے کا ارادہ کرلیتا ہے۔

۳۔ قربانی کرتے وقت توجہ گوشت اور اس سے حاصل ہونے والے فائدے، جیسے گوشت کا لذیذ ہونا یا گوشت کھا کر صحت مند رہنے پر نہیں بلکہ اللہ کے ذکر پر ہونی چاہئے جو ذکر جانور قربان کرتے وقت ہوتا ہے یہی روح عبادت ہے۔ (بعض لوگ خصی جانور کو اس لئے قربان کرتے ہیں کہ اس کا گوشت لذیذ مفید اور زیادہ ہوتا ہے۔)

۴ قربانی کا گوشت یوں تو خود بھی کھانے کی اجازت ہے مگر تنگ دست اور مصیبت زدہ افراد کو بھی کھلانے کا حکم ہے۔

۵۔ حضرت امام جعفرؑ صادق نے فرمایا ہے کہ حج کے فائدے سے تمام انفرادی اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقی اور تعلیمی فائدے مراد ہیں۔

۶۔ اس کی برکت نے حضرت ابراہیمؑ سے لیکر آنحضرت تک ڈھائی ہزار برس کے عرصہ میں عربوں کو ایک مرکز وحدت عطا کردی جس سے وہ اپنی عربیت کو قبائلیت میں گم ہونے سے بچاتے رہے۔ ہر سال ملک کے تمام حصوں سے آنے کی وجہ سے ان کی زبان، تہذیب، عرب ہونے کا احساس باقی رہا، انہیں اپنے خیالات، معلومات اور تمدنی طریقوں کی اشاعت کے مواقع ملے۔

۷۔ اس کے فوائد سے کفر کرنے والوں کو بھی محروم نہیں رکھا چنانچہ ارشاد ہے کہ حج کے ثمرات میں سے تھوڑا سا حصہ انہیں بھی دیا جائے گا۔ البتہ آخرت میں انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

۸۔ نذریں پوری کرنے کا حکم دیا گیا۔ جسے اردو میں منت کہاجاتاہے۔ یہ ایسے کام کو کہاجاتاہے جوشرعاً تو لازم اور واجب نہیں تھا لیکن اگرکوئی زبان سے یہ نذرکرے کہ یہ کام اللہ کے لئے کروں گاتو تو یہ نذر ہے اور اس کاپورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ وہ فعل فعل معصیت نہ ہو ورنہ اس کے خلاف کرنا واجب ہوجائے گا۔ البتہ اس پر بھی کفارہ قسم تو واجب ہوہی جائے گا۔(نذر ونیاز کو بدعت کہنے والے غورفرمائیں)

۹۔ حج اسلامی وحدت کا ذریعہ ہے۔ ہر ملک، ہر رنگ، ہرنسل، ہرزبان اور ہر علاقہ کے لوگ ایک ہی انداز میں ایک ہی لباس میں ایک ہی آواز سے لبیک پڑھتے جاتے ہیں، کسی کا کوئی قومی لباس نہیں ہوتا سب ایک ہی گھر کا طواف کرتے ہیں، ایک ہی طرح کرتے ہیں۔ ایک جگہ کرتے ہیں۔ایک ہی مقام پرکنکریاں مارتے ہیں۔

۱۰۔ حج قیام امن کا ذریعہ ہے۔ چار مہینے جو حج کی تیاری میں اور ارکان کی ادائیگی کے لئے ہوتے ہیں ان میں امن وامان قائم رکھنا نہایت ضروری ہوتاہے۔

۱۱۔ اس میں انسان، حیوان بلکہ نباتات کی زندگی محفوظ رہتی ہے۔

۱۲۔ یہ اسلام کی تقویت کا ذریعہ ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ اکھٹے ہوتے ہیں جس سے ان کی قوت ایمانی کا اظہار اوریکجہتی کا اعلان ہوتاہے۔

۱۳۔ یہ ایک عالمی کانفرنس ہے جس میں ہر علاقہ کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ تبادلہ معلومات کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ دنیا کے لوگوں کو تجارت پر گفتگو کا موقع فراہم ہوتاہے۔

۱۴۔ یہ تطہیر کا ذریعہ ہے۔ خانۂ خدا کی زیارت اسے اللہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ احرام کا لباس اسے کفن کی طرف توجہ دلاتاہے سعی اسے بزرگان دین کی پرخلوص زندگی۔ زحمت، مشقت اور قربانی کو یاددلاتی ہے۔ مقام منیٰ میں اس میں قربانی کا جذبہ پیداکرتاہے۔ رمی الجمرات اسے برائیوں سے بچنے اور بروں کو پتھر مارنے کا حوصلہ عطا کرتاہے۔

حوالے:

۱۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۶

۲۔سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

۳۔سورۂ حج، آیت ۲۶

۴۔محمد اینڈ محمد ازم، ص ۱۲۶

۵۔ لائف آف محمد، مقدمہ، ص ۳-۲

۶۔سورۂ ابراہیم، آیت ۳۷

۷۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۶

۸۔سورۂ مائدہ، آیت ۹۷

۹۔سورۂ بقرہ، آیت ۱۲۷

۱۰۔سورۂ حج، آیت ۲۵

۱۱۔سورۂ بقرہ، ۱۲۵

۱۲۔سورۂ حج، آیت ۲۷

۱۳۔سورۂ حج، آیت ۲۸

۱۴۔سورۂ حج، آیت ۲۹